

# ناشر قارئین کے نام کا مراسلہ



بیشتر امریکیوں کے لئے، حتیٰ کہ بڑے شہروں اور قصبات میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والے لوگوں کی اکثریت کے لئے بھی، دیہات میں کافی دل کشی کا سامان ہے۔ امریکہ کی ایک شہیہ کے طور پر یہ بات قومی سانگھی میں بہت گہری اترتی ہوئی ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں میں بھی جن کے خاندان کبھی سرحدی یا زرعی زندگی کا حصہ نہیں رہے۔ ۱۸ویں صدی کے ابتدائی امریکی

ادب اور فلسفے میں چراگاہ کا یہ تصور ایک اہم عنصر تھا اور جیسے جیسے امریکہ بڑھ کر براعظم کے سائز کا ہوتا گیا، اچھی طرح نشان زد سرحدی یا دیہی زندگی ایک آزاد خود انحصار نئے امریکہ کی شناخت بن گئی۔ آج، ۱۸۹۰ کی دہائی میں امریکی سرحدوں کے بند ہو جانے اور بیسویں صدی میں شہروں کی طرف رفتار تیز ہونے کے بہت دنوں بعد بھی امریکی باشندے ایک ایسی کم پیچیدہ اور مست رفتار زندگی کیلئے ماضی گرفتہ ہیں جو زندگی فطرت اور زیادہ روایتی اقدار کے قریب تھی۔

امریکن ”ہارٹ لینڈ“ کا یہ تصور آج بھی زندہ ہے کیونکہ آج بھی شہری علاقوں میں نہیں رہنے والے بہت سے لوگ ہم عصر دیہی زندگی کے معنی کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اس کی نئی وضاحت پیش کرتے ہیں۔ خاص کر اس لئے بھی کہ نئی ٹکنالوجی نے انہیں اس کا اہل بنا دیا ہے کہ وہ کہیں بھی رہ کر کام اور مکالمہ کر سکیں۔

اسپین کے سرورق میں سب سے نمایاں کہانی پیٹر آئزن ہاور کی ”ہارٹ لینڈ راک“ ہے جو کہ دشواریوں اور ناکامیوں کے باوجود انکسار بھرے طرز حیات پر فخر کے ان احساسات کا غنائیت سے پراگھار ہے۔ ہم آپ کو اس کی بھی دعوت دیتے ہیں کہ اس مضمون کے لئے آپ اسپین کا ویب سائٹ بھی دیکھیں جہاں آپ کو اس موسیقی کی ایک مثال کا رابطہ ملے گا۔ یہ مثال ”اسال ٹاؤن“ ہے جس کے مصنف انڈیانا کے راکر جان میلن کیمرپ ہیں۔ جوزف ہارٹ کا مضمون ”قصبائی زندگی کی رونقیں“ امریکہ کے ایک موجودہ ثقافتی مظہر کی تفصیل پیش کرتا ہے جس کو ”دیہی واپسی“ کا نام دیا گیا ہے اور اس مظہر میں شہروں میں رہنے والے لوگ چھوٹے قصبات اور دیہی علاقوں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔

جیسا کہ سب سے تین جان نے اپنے مضمون ”امریکہ میں کسانوں کے بازار“ میں لکھا ہے کہ یہ منڈیاں ”زمین کی طرف واپسی“ زیادہ حقیقی پن کی طرف واپسی، تحریک کے وصالی تصور کا حصہ ہیں کیونکہ شہروں میں رہنے والے لوگ بھی کھیتوں سے توڑ کر لائے گئے تازہ پھلوں اور سبزیوں کا ذائقہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے کسان بھی اپنی فصل سیدھے گا ہوں کو فروخت کرنے میں منافع دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ نینا ایلین ہمیں اس کی یاد دلاتی ہیں کہ ایک کسروں میں چلنے والے اسکول امریکہ کی وراثت اور لینڈ اسکیپ کا حصہ ہیں اور آج بھی کم آبادی والے علاقوں میں ہندوستان کی ہی طرح، یہ اسکول زیر استعمال ہیں۔ اس شمارے میں شامل مضامین کے دوسرے گروپ میں صحت سے متعلق مضامین ہیں۔ صحت امریکیوں اور ہندوستانیوں دونوں کے لئے تشویش کا موضوع ہے۔ اپنے مضمون ”ہلدی: ہندوستان کا زرخالص“ میں گیری اسکلس نے ہندوستان کے ہلدی کے پودوں سے بیماریوں کے علاج کی تحقیق کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح کی اختراعی تحقیق سے ڈاکٹر جونس ساک کو پولیو کا ٹیکہ ایجاد کرنے کا موقع ملا تھا اور ان ٹیکوں کے ایجاد ہونے کے بعد پولیو سے بچوں کے مفلوج یا ہلاک ہونے کے خوف سے امریکہ کو نجات مل گئی۔ اپنے مضمون ”امریکہ میں پولیو کو ٹیکسٹ فاش“ میں لیزا اے سویتارسکی ڈی ہیری نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ کامیابی کیسے ملی اور انہوں نے یہ حقیقی امید بھی بیدار کی ہے کہ ہندوستان میں بھی پولیو کو بڑے ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ دو افراد کی ذاتی سرگزشت بھی ہے جنہیں کہ بیماریوں سے نجات ملی اور جو دوسروں کی مدد کا جذبہ رکھتے ہیں: جینی ملفورڈ ہندوستان میں امریکی سفیر کی اہلیہ بنتی ہیں کہ کس طرح ابتدا میں سینے کے کینسر کی تشخیص نے ان کی جان بچانے میں مدد کی جبکہ اردو اسپین ایڈیٹر انچیف نایم والدین کے پولیو سے بچاؤ کے ٹیکے سے لاعلمی کے باعث، بچپن میں پولیو کا نشانہ بننے کے دنوں کو یاد کرتے ہیں۔

ٹیک تناسوں کے ساتھ۔

Jamy Andrews

(لیری شواریز)